حضرت مولانا ثمیر الدین قاسمی صاحب

دامت برکاتہم

کے حالات وواقعات

از :ساجد غفرلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم

حضرت مولانا ثمیر الدین قاسمی دامت برکاتہم ،ایک عبقری شخصیت ہیں، انہوں نے چھ مختلف فنون پر نمایاں کام انجام دئے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ حضرت علام نے دور جدید کے تقاضے کو بخوبی سمجھا اور طلبہ کے لئے کئی فنون کو اس میں ڈھال کر آسان کر کے پیش کیا، فقہ کی اہم کتابوں پر حدیث کا حوالہ دینا۔ ہر ہر عقیدے کو دس دس آیتوں، اور دس دس حدیثوں سے مدلل کرنا، وراثت کو نئے انداز میں ڈھالنا،، سائنس اور قرآن جیسی پیچیدہ کتاب لکھنا۔اور پھر پوری دنیا کے لئے حتمی کیلنڈر کو تیار کر کے اس میدان میں امام کی حیثیت اختیار کر لینا، یہ وہ مختلف النوع کام ہیں جن کی وجہ سے بجا طور پر میں کہہ سکتا ہوں کہ ع

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

سن پیدائش

حضرت مولانا ثمیر الدین صاحب ٦، نومبر ١٩٥٠ء، مطابق ٢٥ محرم ١٣٧٠ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ تاریخ تحقیقی نہیں ہے کیونکہ گھر میں تاریخ لکھنے کا رواج نہیں تھا۔ البتہ قریب قریب یہی تاریخ ہے۔ اس کو سارٹی فیکٹ اور پاسپورٹ پر درج کروایا ہے۔

مقام پیدائش

حضرت مولانا مقام گھٹّی، تھانہ مہگاواں، ضلع گڈّا، صوبہ جھارکھنڈ میں پیدا ہوئے۔ یہ صوبہ پہلے بہار کا حصہ تھا۔ اب الگ کر کے جھارکھنڈ کر دیا گیا ہے۔ یہ گاؤں شہر گڈا سے 36 km کلومیٹر دور دیہات میں ہے۔ جہاں ابھی بھی بجلی، پانی کی سہولتیں نہیں ہیں۔

شجرۂ نسب

نام ثمیر الدین، والد کا نام جمال الدین، دادا کا نام محمد بخش عرف لدنی، پردادا کا نام چولہائی، قوم شیخ صدیقی، بہت بعد میں ان کا نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ اس لئے اس خاندان کو شیخ صدیقی کہتے ہیں۔ باضابطہ کوئی شجرہ نہیں ہے البتہ ان کے خاندان میں یہی مشہور ہے۔

تعلیم

ابتدائی تعلیم گھٹّی گاؤں کے مکتب میں مولوی عبد الرؤفؒ عرف گونی، مقام مرغیا چک، ضلع بھاگلپور سے حاصل کی۔ اسی مکتب میں اردو، ہندی، حساب اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔

بارہ سال کی عمر میں ۱۹۶۲ء میں مدرسہ امداد العلوم ،اٹکی رانچی تعلیم حاصل کرنے گئے۔ ۱۹۶۴ء میں مدرسہ اعزازیہ، پتھنہ بھاگلپور میں داخلہ لیا۔ ۱۹۶۶ء میں دار العلوم چھاپی گجرات گئے۔ اور ۱۹۶۸ء میں مرکز علم وعرفان دار العلوم دیوبند میں اعلی تعلیم کے لئے داخلہ لیا۔ شعبان ۱۳۹۰ھ، مطابق اکتوبر ۱۹۷۰ء میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی

حضرت مولانا کے اساتذہ کرام

۔حضرت نے بخاری شریف جلد اول حضرت علامہ مولانا فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند سے پڑھی، بخاری شریف جلد ثانی حضرت مولانا مفتی محمود الحسنؒ گنگوہی سے پڑھی،، ترمذی شریف حضرت مولانا فخر الحسن صاحبؒ مرادابادی سے مسلم شریف حضرت مولانا شریف صاحب، ،ابو داؤد شریف حضرت مولانا عبد الاحد صاحبؒ، نسائی شریف حضرت مولانا حسین احمد بہاری صاحبؒ کے پاس پڑھی، ابن ماجہ شریف حضرت نعیم احمد دیوبندیؒ سے پڑھی،، اور طحاوی شریف مولانا میاں اصغر حسین دیوبندی صاحب سے پڑھی، موطاء امام محمد شریف مولانا انظر شاہ کشمیریؒ سے پڑھی۔ یہ حضرات اس زمانے کے جبال العلم تھے جن کے سامنے حضرت نے زانوئے تلمذ طے کیا۔
مشکوۃ شریف جلد اول حضرت مولانا نصیر خاں صاحب، مشکوۃ شریف جلد ثانی مولانا سالم صاحب قاسمی دیوبندی سے پڑھی

اسی دوران احادیث مسلسلات کو ۱۹۶۹ء میں، اور ۱۹۷۰ء میں دو مرتبہ حضرت مولانا زکریا

صاحب کاندھلوی، شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم، سہارنپور سے پڑھی، حجۃ اللہ البالغہ حضرت قاری طیب صاحب، مہتمم دارالعلوم دیوبند سے پڑھی

تکمیل ادب عربی سے فراغت

۱۹۷۱ء میں دارالعلوم دیوبند ہی کے شعبہ تکمیل ادب عربی میں داخلہ لیا اور عربی میں مہارت حاصل کی۔ اس میں خاص بات یہ ہے کہ حضرت مولانا تین سال تک اس وقت کے مشہور ادیب حضرت مولانا وحید الزماں، کیرانویؒ استاد ادب دارالعلوم دیوبند کی خدمت میں رہے جہاں حضرت مولانا نے عربی ادب کی تعلیم حاصل کی وہیں یہ بھی سیکھا کہ کس طرح آسان انداز میں طلبہ کے لئے کتاب لکھی جائے، اور مشکل سے مشکل فنون کو طلبہ کے لئے آسان کر کے پیش کیا جائے، یہ انداز حضرت کی زندگی میں ایسی رچی بسی کہ آج تک چھ بڑے بڑے فنون پر کام کئے، اور سب کو آسان کر کے طلبہ کو سمجھایا، جس سے طلبہ حضرت کو یاد کرتے ہیں، اور نام سنتے ہی ان کی کتاب ذوق وشوق سے پڑھنے لگتے ہیں

حضرت مولانا وحید الزماں صاحب کیرانویؒ ہی کی تربیت سے یہ بات بھی سیکھی کہ طلبہ کے ساتھ کس طرح گھل مل کر رہا جائے، اور کتنے سادے اندازے میں زندگی گزاری جائے کہ طلبہ آپ کو اپنا مربی، اور خیر خواہ سمجھنے لگے، حضرت مولانا ثمیر الدین صاحب حضرت مولانا وحید الزماں صاحب کے بہت گرویدہ اور عاشق ہیں، اور بہت وجد کے ساتھ انکو یاد کرتے ہیں

فنون میں داخلہ

۱۹۷۲ء میں فنون میں داخلہ لیا اور فلکیات وغیرہ میں مہارت حاصل کی۔ دار العلوم دیوبند کی پانچ سالہ زندگی حضرت مولانا کے لئے بہت اہم ہے۔ اس دوران ہمیشہ تنہائی میں بیٹھ کر علم و مطالعہ میں مشغول رہے۔ حضرت مولانا عبد العزیز صاحب نے ایک مرتبہ استاذ دار العلوم دیوبند حضرت مولانا عبد الخالق صاحب مدراسی کے سامنے مولانا ثمیر الدین کا تذکرہ کیا تو وہ فرمانے لگے، وہی مولانا ثمیر الدین جو فارغ وقت میں قبرستان میں بیٹھ کر مطالعہ کیا کرتے تھے۔ میں نے کہا ہاں! وہی، پھر مولانا عبد الخالق صاحب نے مولانا کی محنتوں کے کئی واقعات بیان کئے جس سے ناچیز کو اندازہ ہوا کہ مولانا نے ابتدا ہی سے کتب فہمی میں کتنی محنت کی ہے۔ اسی کا ثمرہ ہے کہ چھ فنون میں آج تقریبا چالیس بڑی بڑی کتابوں کے مصنف ہیں

ہائی اسکول کا امتحان پاس کیا

مدرسی کے زمانے میں حضرت نے ہائی اسکول میں Gcse کا امتحان دیا، اور اعلی نمبرات سے کامیابی حاصل کی، بعد میں وہ کالج کا امتحان دینا چاہتے تھے، لیکن حالات کی وجہ سے وہ اس میں کامیاب نہیں ہوئے، حضرت کو جغرفی میں بہت مہارت ہے، جس کی وجہ سے انہوں نے ثمرۃ الفلکیات، جیسی عظیم کتاب تصنیف کی، اور ثمیری کیلنڈر جیسی لاجواب کیلنڈر تیار کر کے پوری دنیا کو حیرت میں ڈال دیا ہے حضرت کو حساب دانی میں بھی بہت مہارت ہے، جس کی وجہ سے انہوں نے جدید طرز پر ثمرۃ المیراث جیسے انوکھی کتاب لکھی، یہ جغرفی اور حساب دانی ہی کا کرشمہ ہے

تدریسی خدمات

جنوری ۱۹۷۳ء مطابق شوال ۱۳۹۳ھ سے حضرت نے تدریسی خدمات کا آغاز کیا۔اس دوران وہ مدرسہ کنز مرغوب پٹن، گجرات میں پانچ سال رہے، اور شرح جامی تک کی کتابیں پڑھائی،اس کے بعد مدرسہ تعلیم الاسلام آنند، گجرات میں مدرس ہوئے،اور وہاں پانچ سال تک دورہ حدیث کی کتابیں زیر درس رہیں،اس کے بعد خانقاہ رحمانی مونگیر بہار تشریف لائے، یہاں بھی دورہ حدیث کے اسباق آپ کے پاس رہے،اور یہیں سے ۲۱ جون ۱۹۸۷ء میں مدرسہ تعلیم الاسلام ڈیوز بری، انگلینڈ تشریف لائے، جو پورے یورپ میں تبلیغ کا بہت بڑا مرکز ہے ،اس وقت اس مدرسے میں مشکوۃ شریف تک کی تعلیم تھی،اور حضرت مولانا کے ذمے مشکوۃ شریف ہی تھی، کچھ دنوں کے بعد وہ درس وتدریس سے علیحدہ ہوگئے،اور مکمل طور پر تصنیفی کام میں مشغول ہوگئے،اور آج تک اسی تصنیفی کام میں ہی مشغول ہیں

حضرت کا تدریسی انداز

حضرت مولانا کا انداز تدریس بالکل نرالا ہے۔ جتنا سبق پڑھانا ہو پہلے پورے کا خاکہ بیان کرتے ہیں۔طلباء کو کئی بار زبانی سمجھاتے ہیں۔جب پورا سبق طلباء کو یاد ہو جاتا ہے بلکہ ایک مرتبہ طلبہ سے کہلوا لیتے ہیں جب مولانا کو اطمینان ہو جاتا ہے کہ طلبہ کو پورا سبق یاد ہوگیا تب ترجمہ کرواتے ہیں۔اس طرز تدریس سے طلباء اتنا خوش ہوتے ہیں کہ ایک مرتبہ پڑھ لینے کے بعد کبھی نہیں بھولتے۔اور ہمیشہ اپنی کتاب حضرت ہی سے پڑھنا چاہتے

ہیں۔

یہ وجہ ہے کہ حضرت کو مدرسہ والے ہمیشہ ھدایہ آخرین جیسی مشکل کتابیں پڑھانے دیتے تھے، تاکہ طلبہ کو سمجھ میں بھی آجائے اور یاد بھی ہو جائے

ایک طالب علم بتاتے ہیں کہ ہم لوگوں کو سفینۃ البلغاء، جو بلاغت کی کتاب ہے اس کا خلاصہ ہمیشہ زبانی ہی پڑھاتے تھے، اور اس کو یاد کرواتے تھے، بعد میں کتاب کھول کر ترجمہ کرتے تھے، اور ہر ہر عبارت سے ملاتے تھے، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ پوری سفینۃ البلغاء کا خلاصہ زبانی یاد ہو جاتا تھا

حضرت مولانا کا طریقہ یہ ہے کہ ہر مسئلے کو تین تین بار سمجھاتے ہیں، اور ٹھہر ٹھہر کر بولتے ہیں اور بہت صاف صاف بولتے ہیں جس کی وجہ سے بہت آسانی سے کتاب سمجھ میں آجاتی ہے، حضرت چونکہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پڑھاتے ہیں اس لئے کوئی بھی طالب علم صبح کے اسباق میں سو نہیں سکتا ہے، اور نہ غافل ہو سکتا ہے، یہ عجیب طریقہ ہم نے حضرت مولانا ہی میں دیکھا ہے

حضرت کا تصنیفی انداز

حضرت کی تصنیفی انداز بھی بہت نرالہ ہے، میں نے ان کی کئی کتابوں کو دیکھا تو پتہ چلا کہ وہ ہر ہر مسئلے کو تین تین بار سمجھاتے ہیں، بعض مرتبہ تو وہ چار، اور پانچ مرتبہ بھی سمجھاتے ہیں، وہ فرماتے بعض مرتبہ طالب علم کو یا نئے استاد کو ایک مرتبہ میں بات سمجھ میں نہیں آتی ہے، اس لئے میں تین تین مرتبہ اس کو سمجھاتا ہوں، ایک مرتبہ عبارت کے ترجمے میں، دوسری مرتبہ، اس کی تشریح میں، اور تیسری مرتبہ جب اس کی دلیل دیتا ہوں، اور وجہ بیان کرتا

ہوں تو اس وقت بھی اس مسئلے کو سمجھا تا ہوں تا کہ بات یاد ہو جائے ،اس سے صفحہ تو زیادہ ہو جاتا ہے، لیکن کسی جگہ بھی آدمی تشنہ نہیں رہتا۔

حضرت کی کتاب میں دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہر مسئلے، کے لئے اس کی وجہ اور دلیل ضرور بیان کرتے ہیں، حدیث کی کتابوں میں وجہ نہ ہو تب ہی بیان نہیں کرتے ہیں، ورنہ ہر ہر مسئلے کے لئے وجہ ضرور بیان کرتے ہیں،اور،ان چار باتوں میں سے کوئی ایک لاتے ہیں ۔ا آیت لاتے ہیں،۲۔ یا حدیث لاتے ہیں ۔۳۔ یا صحابی کا قول لاتے ہیں ۔اور یہ تینوں نہ ملے تب جا کر تابعی کا قول لاتے ہیں،اور انہیں چاروں میں سے کسی ایک پر اکتفا کرتے ہیں، حضرت کبھی بھی علماء کی عبارت سے استدلال نہیں کرتے ہیں ، یہ خاص بات میں نے بہت کم لوگوں میں دیکھی ہے کہ وہ ہر ہر مسئلے کے لئے ، آیت ، یا حدیث ، یا قول صحابی ، یا قول تابعی ضرور لاتے ہوں ۔اور مسئلے کو مضبوط کرتے ہوں ،اور نہ عموما لوگ، کسی شرح کا یا کسی فتوی کی کتاب کا حوالہ دے دیتے ہیں ، حضرت ایسا ہر گز نہیں کرتے ، ہاں آخیر میں مسئلہ سمجھانے کے لئے عقلی دلیل دے دیتے ہیں

ایک صاحب نے پوچھا کہ حضرت آپ فتاوی کی کتابوں کا حوالہ کیوں نہیں دیتے ، یا کسی شرح کی کتاب کا حوالہ کیوں نہیں دیتے ؟ تو فرمانے لگے، بزرگوں کی کتاب بہت اہم ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے، میں اس کی قدر کرتا ہوں ،اور دل سے چاہتا ہوں ، لیکن ایک طالب علم ، یا ایک استاد کی خواہش یہ ہوتی ہے،اس مسئلے کے بارے میں حدیث ، یا آیت کیا ہے، کس آیت ، یا کس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے، یا کم سے کم کس قول صحابی ، یا قول تابعی سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے، یہ بتائے ،اور طالب علم اس تجسس میں رہتا ہے، یہی

معلومات فراہم کرنے کے لئے میں صرف، آیت، یا حدیث، یا قول صحابی، یا قول تابعی لاتا ہوں، اس میں محنت ضرور لگتی ہے، لیکن طلبہ کے سامنے اصلی چیز آجاتی ہے، بس اسی لئے میں اپنی تمام کتابوں میں انہیں چار باتوں سے استدلال کرتا ہوں، البتہ علماء کی عبارت، یا ان کتابوں سے مجھے کوئی دوری نہیں ہے، میں ان حضرات کی کتابوں کو دل سے چاہتا ہوں

حضرت کی کتاب میں تیسری بات یہ ہے کہ وہ مختصر عبارت استعمال کرتے ہیں، تاکہ صفحات زیادہ نہ ہوں، لیکن بہت آسان انداز میں لکھتے ہیں، پیچیدہ جملہ، یا منطقی جملہ استعمال نہیں کرتے تاکہ طلبہ آسانی سے سمجھ جائے، اگر کبھی مشکل لفظ لینا ہی پڑے تو پھر فورا یعنی کرکے اس کی تشریح کر دیتے ہیں، یا لغت لکھ کر اس لفظ کی تشریح کرتے ہیں، تاکہ نئے استاد یا طلبہ کو سمجھنے میں کسی قسم کی دقت نہ ہو

حضرت اپنی شرح میں، ترجمہ کے لئے الگ پیراگراف لاتے ہیں، پھر تشریح کے لئے الگ پیراگراف بناتے ہیں، پھر وجہ کے لئے الگ پیراگراف بناتے ہیں، پھر اصول کے لئے الگ، اور لغت کے لئے الگ پیراگراف لاتے ہیں، یہ انداز پہلی مرتبہ اسی کتاب میں دیکھنے کو ملا، اس سے پہلے کہیں اور نظر نہیں آیا، ایسا لگتا ہے کہ حضرت اس انداز تصنیف کے موجد ہیں

کتاب کی مقبولیت کا کیا عالم ہے!

اس انداز کی مقبولیت کا عالم یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت کی شرح ہاتھ آجائے تو تمام شروحات کو چھوڑ کر اسی شرح سے چپک جاتے ہیں، اور اسی سے فائدہ اٹھاتے ہیں، کیونکہ اس میں آسانی بھی ہے، اور آیت اور حدیث بھی ہے، پوری دنیا میں پھیلے ہوئے کتنے طلبہ

اوراساتذہ نے حضرت کومبارک بادی دی،اور کتاب کے آسان ہونے کا شکریہ ادا کیا اور یہ تمام انداز حضرت مولانا وحید الزماں کیرانویؒ استاد دار العلوم دیوبند سے سیکھا تھا، انہیں کی صحبت سے یہ نکھار آیا ہے

ع خدارحمت کند این عاشقان پاک طینت را

تصنیفی خدمات

حضرت مولانا ہندوستان، پاکستان اور برطانیہ کے کئی اہم پرچوں کے مضمون نگار رہے ہیں۔جس میں اہم مضامین شائع ہوتے رہتے تھے۔آپ 'جامعہ اسلامیہ، مانچسٹر سے نکلنے والا جریدہ 'الجامعہ' کے ایڈیٹر رہے ہیں۔اس کے علاوہ اب تک تقریبا چالیس کتابیں ان کے نوک قلم سے نکل چکی ہیں جن کی فہرست مندرجہ ذیل ہے۔

حضرت مولانا ثمیر الدین صاحب کی تصنیفات یہ ہیں

1 اثمار الہدایہ ۱۳ جلدیں
2 الشرح الثمیری ۴ جلدیں
3 ثمرۃ النجاح علی نور الایضاح ۲ جلد
4 ثمرۃ العقائد
5 ثمرۃ المیراث
6 ثمرۃ الفلکیات
7 سائنس اور قرآن
8 اسباب فسخ نکاح
9 ثمرۃ الاوزان
10 تحفۃ الطلباء شرح سفینۃ البلغاء
11 حاشیہ سفینۃ البلغاء (عربی)
12 خلاصۃ التعلیل
13 رویت ہلال علم فلکیات کی روشنی میں
14 یاد وطن
15 انوار فارسی
16 تفریق وطلاق
17 عیسائیت کیا ہے
18 ثمیری کیلنڈر

کارہائے نمایاں

ا۔ اثمار الھدایہ

اثمار الھدایہ صرف ایک کتاب نہیں ہے، بلکہ یہ حنفی مسلک کے لئے احادیث کا ذخیرہ ہے، ایک زمانے سے حنفی مسلک پر یہ اعتراض آرہا تھا کہ حنفی مسلک والوں کے پاس حدیث کی دلیل نہیں ہوتی، یا بہت کم ہوتی ہے، بلکہ اس پر بہت سارے لوگ شور بھی مچاتے تھے، ،لیکن حضرت مولانا کی اثمار الھدایہ کے سامنے آنے کے بعد لوگوں کی آنکھیں کھل گئیں، یہاں تو ہر ہر مسئلے کے لئے ایک نہیں تین تین حدیثیں ہیں، اور صحاح ستہ، اور ان کے اساتذہ کی کتابوں میں موجود ہیں، بس اتنی سی بات تھی کہ کسی نے سیٹ نہیں کیا تھا، اور یہ کوہ گراں کا کام حضرت مولانا کے دست مبارک سے انجام پایا

ع

من درویش را کشتی بہ غمزہ کرم کردی الٰہی زندہ باشی

،اس سے پہلے یہ کوشش اعلاء السنن کے مصنف حضرت مولانا ظفر احمد تھانویؒ نے کی ہے، لیکن ان کے زمانے میں مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبد الرزاق، مسند احمد، طبرانی، سنن بیہقی جیسی ضخیم کتابیں کمپیوٹر سے چھپ کر مارکیٹ میں نہیں آئی تھیں، وہ صرف مخطوطات تھیں ،جس کی وجہ سے ان سے بہت سے حوالے رہ گئے ،لیکن مولانا کے زمانے میں یہ کتابیں مکتبہ شاملہ اور انٹرنیت تک پر آچکی تھیں اس لئے حضرت نے اثمار الھدایہ میں یہ چھ کام کیئے

ا۔ ہر ہر مسئلے کے لئے تین تین حدیثیں لائے یہ اتنا بڑا کام ہے کہ اس سے حنفیت چمک گئی، میری ناقص نظر میں اب تک کسی شارح نے یہ التزام نہیں کیا ہے کہ ہر ہر مسئلے کے لئے الگ سے حدیث لائے ، اور ہر ہر مسئلے کو مبرہن کر دے، اور حضرات نے دیکھا کہ صرف اتنا کیا ہے حاشیہ پر لکھی حدیث کا ترجمہ کر دیا، یا کہیں کہیں میسر آیا تو حدیث لکھ دی، لیکن باضابطہ اس کا اوڑھنا بچھونا بنا لینا کہ ہر حال میں تین تین احادیث ہی لینا ہے، یہ التزام کسی اور شارح نے نہیں کی ہے، ہاں کتابوں میں حدیث میں ہو ہی نہیں تو حضرت پھر خاموش ہو جاتے ہیں، اور بعد کے شارحین کے لئے یہ کام چھوڑ دیتے ہیں، اس میں حضرت معذور ہیں

حنفی مسلک والوں کو اس کام کی واقعی بہت سخت ضرورت تھی، کیونکہ اب تک پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ یہ مسئلہ کس حدیث سے ثابت ہے، اب صاف پتہ چل جاتا ہے کہ یہ مسئلہ کس حدیث سے ثابت ہے، اور یہ بھی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس مسئلے کے لئے حدیث ہے یا قول صحابی ہے، یا قول تابعی ہے، اور چونکہ حدیث کا نمبر تک درج ہے اس لئے اس کا نکالنا بھی آسان ہے

کسی مسئلے کو ثابت کرنے کے لئے ایک ہی حدیث کافی تھی، لیکن کمال یہ ہے کہ یہاں حضرت نے ہر ہر مسئلے کے لئے تین تین حدیثوں کا التزام کیا ہے، یہ تو اور بہت بڑی بات ہے

البتہ یہ وضاحت کر دوں کہ التزام تو تین تین حدیثوں کا کیا ہے

۲۔ پھر دوسرا کام یہ کیا کہ چار سو ہجری سے پہلے حدیث کی جو کتابیں لکھی گئیں صرف انہیں

کتابوں سے حوالہ لیا اس کے بعد جو کتابیں لکھی گئیں ہیں، ان سے حوالہ بالکل نہیں لیا، کہیں کہیں سنن بیہقی سے حوالہ لیا ہے، لیکن اس کے ساتھ مصنف ابن ابی شیبہ کا حوالہ بھی دے دیا، حضرت فرماتے ہیں کہ جتنی بھی حدیثیں تھیں وہ چار سو سال سے پہلے پہلے کتابوں میں لکھی جا چکی تھیں، اس لئے انہیں کتابوں کا حوالہ دینا بہتر ہے، تا کہ طلبہ کے سامنے اصلی چیز آ جائے، اور یقین ہو جائے کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے،، اس میں بھی کوشش یہ رہی ہے کہ پہلے صحاح ستہ کے حوالے آئیں، وہاں حدیث نہ ہو تب کسی اور کتاب کا حوالہ لیتے ہیں، جہاں تک میری ناقص نظر ہے، حدیث کے استخراج میں اتنا التزام کسی اور شارح نے نہیں کیا ہے

۳۔۔ تیسرا کام یہ کیا ہے کہ ھدایہ کے حاشئے پر حضرت علامہ ابن حجرؒ نے، اور حضرت علامہ زیلعیؒ نے لکھا ہے کہ، ھذا الحدیث لم اجد، یعنی یہ حدیث مجھے نہیں ملی، لیکن حضرت نے اتنی تلاش و جستجو کی کہ ھدایہ کی تمام ایسی احادث کو نکالا، اور اس کا پورا حوالہ دیا،، اور اپنی شرح میں پوری حدیث لکھی، ہاں یہ بات ضرور ہے کہ بعض مرتبہ وہ حدیث نہیں ہے، بلکہ قول صحابی، اور قول تابعی ہے، لیکن ہے ضرور، یہ اتنا بڑا کام تھا کہ آج تک کسی نے اس طرف توجہ نہیں کی تھی، لیکن حضرت کی محنت کو داد دیجئے کہ انہوں نے حنفیت کے اس قرض کو اتارا ہے

۴۔۔ چوتھا کام یہ کیا کہ ہر ایک کو حدیث نہیں کہا، بلکہ جو صحابی کا قول تھا، اس کے بارے میں وضاحت کی کہ یہ صحابی کا قول ہے، اور فلاں کتاب میں ہے۔ اور جو تابعی کا قول تھا اس کے بارے میں لکھا کہ یہ تابعی کا قول ہے، اور فلاں کتاب میں،، یہ اس لئے کیا تا کہ طالب

علم یہ فرق کر سکے کہ قول صحابی کا درجہ حدیث سے کم ہے، اور قول تابعی کا درجہ قول صحابی سے کم ہے، حضرت کا یہ التزام بھی بہت بڑا ہے، کیونکہ اس میں اصلی کتاب کو کھنگالنا پڑتا ہے، اور پورے وثوق کے ساتھ حوالہ دینا پڑتا ہے، اور رات دن ایک کرنا پڑتا ہے

۵۔۔ پانچواں کام یہ کیا ہے کہ ضرورت کے موقع پر مسئلے کے لئے اصول بیان کئے ہیں، یہ اصول کسی کتاب میں درج نہیں تھے، لیکن حضرت کی فراست دیکھئے کہ حدیث کو سامنے رکھ کر یہ اصول بیان کئے ہیں، جو کتاب کو سمجھنے کے لئے بہت ہی کارگر ہیں

۶۔۔۔اور چھٹا کا یہ ہے کہ بہت ہی آسان انداز میں اس کا ترجمہ کیا ہے، اور اس کی شرح کی ہے اور ھدایہ کو خوب سمجھایا ہے،، جس کی وجہ سے ہر طالب علم، اور ہر نئے اساتذہ اس شرح کے گرویدہ ہیں

ھدایہ میں حضرت کے یہ چھ کام انوکھے ہیں، اور بہت جاندار ہیں، جن کی وجہ سے یہ شرح دوسری شروحات سے ممتاز ہے، اس لئے میں کہہ سکتا ہے کہ یہ کام ایک بہت بڑا کارنامہ ہے، اور حضرت کی علمی بلندی کے لئے جیتی جاگتی سند ہے

الشرح الثمیر ی علی القدوری ایک عظیم کارنامہ

شرح ثمیر ی میں وہی چھ کام ہوئے ہیں جو ھدایہ کی شرح اثمار الھدایہ میں ہوئے ہیں، کہ ہر ہر مسئلے کے لئے تین تین احادیث لائے، اصول لائے، لغت لائے، آسان ترجمہ کیا، آسان تشریح لکھی، اور سچ پوچھو تو حضرت نے کمال کر دکھلایا، کسی اور شرح میں اتنی احادیث نہیں ہیں جتنی کہ حضرت کی اس شرح میں ہے

حضرت کی یہ شرح بھی ایک نئے انداز کی ہے۔اب تک جتنی شرحیں ناچیز کی نظر سے گزری ہر ایک میں ترجمہ اور مختصر تشریح پر اکتفا کیا۔لیکن بالالتزام ہر مسئلے کو الگ کرنا، اس پر نمبر لگانا اور ہر ایک مسئلے کی ایسی تشریح کرنا جس سے غبی سے غبی طالب علم کو سمجھ میں آجائے کسی کتاب میں نہیں دیکھا۔ پھر ہر مسئلے کے لئے بالالتزام پورے حوالے کے ساتھ حدیث لائے جس سے مسئلہ مدلل ہو جائے کسی شرح میں نہیں دیکھا۔ یہ اس شرح ہی کا کمال ہے کہ اصلی کتابوں سے تلاش کر کے حدیث لکھی گئی۔اور باب کے ساتھ حدیث کا صفحہ اور حدیث کا نمبر تک درج کیا۔اس شرح سے حدیث کا تلاش کرنا آسان ہو گیا۔اور ہر طالب علم کے سامنے برجستہ حدیث مستحضر ہو جائے گی۔مسئلے کے ساتھ حدیث پڑھنے سے دل کو سکون ہوتا ہے۔اور یقین ہو جاتا ہے کہ یہ مسئلہ کس حدیث سے ثابت ہے اور کس درجہ کا ہے

حدیث کے استخراج کے لئے تقریبا ۳۰ کتابوں کو چھانا ہے۔ اتنی محنت اور تتبع و تلاش کم شارح کرتے ہیں۔لیکن حضرت دن رات چار سال تک اس دھن میں لگے رہے اور گوہر نایاب امت کے سامنے پیش کرنے کے قابل ہوئے۔

جن مسئلوں کے تحت حدیث یا قول صحابی یا قول تابعی نہیں لکھا اس کا مطلب یہ ہے کہ ان تیس کتابوں میں بہت تلاش کیا لیکن حدیث یا قول صحابی یا قول تابعی نہیں ملا جس کی وجہ سے حضرت نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ اگر ان کتابوں سے حوالہ ملتا تو حضرت ضرور نقل فرماتے۔ البتہ کسی صاحب کو حوالہ ملے تو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ مسئلہ تشنہ نہ رہ جائے۔

اس شرح میں یہ کمال بھی ہے کہ حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام مالکؒ کا مسلک بھی بیان کیا اور صحاح ستہ سے ان کے بھی مضبوط دلائل مع حوالہ پیش کئے تاکہ کوئی صاحب بروقت ان کے دلائل سے واقفیت حاصل کرنا چاہے تو فورا کر لے۔ یا حنفیہ اور شوافع کے دلائل میں موازنہ کرنا چاہے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔ حضرت کی یہ دریا دلی بھی قابل داد ہے۔

برطانیہ جیسے یورپی ملک جہاں دینی ماحول بہت کم ہے اور پڑھنے لکھنے کی سہولت کم یاب ہے وہاں ایسی نایاب شرح لکھنا محنت و جفاکشی کا کام ہے۔ جس کو حضرت نے پوری تندہی سے انجام دیا۔

ثمرۃ النجاح علی نور الایضاح

نور الایضاح میں ضرورت کے تمام مسائل ہیں، اور بہت آسان انداز میں لکھی گئی ہے بچوں کے لئے بہت مفید کتاب ہے، حضرت نے اس کی شرح بھی بہت آسان انداز میں کی ہے، اور اس میں بھی وہی چھ کام کئے ہیں جو اثمار الھدایہ میں کئے ہیں، اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ جزئیاتی مسائل کو لوگ نور الایضاح میں تلاش کرتے ہیں، لیکن وہاں اس مسئلے کو ثابت کرنے کے لئے احادیث نہیں تھیں، اور یہ معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ یہ مسئلہ تو ہے، لیکن کس حدیث، یا کس قول صحابی، یا کس قول تابعی سے ثابت ہے، حضرت مولانا نے اس کے بھی ہر ہر مسئلے پر تین تین حدیثیں سیٹ کر دی ہیں، تا کہ کتاب سمجھنا بھی آسان ہو اور اس کے لئے اس کی دلیل نکالنا بھی آسان ہو جائے، حضرت کا یہ کام بھی بہت اہم ہے

یہ اور بات ہے کہ مبتدی طلبہ کو احادیث کے ذخیرے کی ضرورت نہیں تھی، لیکن یہ تجسس پیدا کرنے کے لئے بہت ضروری تھا کہ مسئلے کا مدار حدیث، یا آیت ہوتی ہے

جو نئے اساتذہ نور الایضاح پڑھاتے ہیں وہ اس کتاب سے خوب فائدہ اٹھاتے ہیں، اور حضرت کو خود دعائیں دیتے ہیں

ثمرۃ العقائد

زباں پہ بارخدایا یہ کس کا نام آیا   کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لئے

اس کتاب میں تو حضرت نے واقعی کمال کر دکھایا ہے

عقیدے کا مسئلہ واقعی اہم ہے، اسی سے آدمی جنت میں جائے گا یا جہنم اس کا ٹھکانہ ہوگا، یہی وہ موضوع ہے جس کی وجہ سے لوگ کئی فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں، اسی موضوع پر بے حساب لڑائیاں ہیں، اسی موضوع پر مناظرے ہوتے آئے ہیں، اور ہوتے رہیں گے، لیکن یہی موضوع سب سے زیادہ یتیم رہا ہے، اس موضوع کے لئے ہر مسلک والا اپنے اپنے بزرگوں کے اقوال لاتے ہیں، اس پر ڈٹتے ہیں، یا پھر منطقی، اور فلسفی جملے لاتے ہیں کوئی بھی فریق آیت یا حدیث سے استدلال نہیں کرتا ہے، یا کبھی کیا تو ایک دو آیت، یا ایک دو حدیث لے آئے، اور زیادہ تر اپنے اپنے بزرگوں کے اقوال سے کتاب پر کر دی، حالانکہ شروع میں کہتے یہی ہیں کہ عقیدے کے لئے نص قطعی، چاہئے، یعنی آیت، یا حدیث چاہئے، لیکن آگے عقلی دلائل کی بھر مار ہوتی ہے، اور اس فن کا نام ہی، علم الکلام، رکھ دیا تھا، یعنی صرف باتیں ہی باتیں، لیکن حضرت مولانا نے اس فن میں نئی روح پھونکی ہے، اس کا نام، علم العقیدہ، رکھا، اور ایک بھی دلیل عقلی، یا دلیل فلسفی نہیں لائے، کسی کی رائے تو بیان ہی نہیں کی، پوری کتاب میں صرف دو جگہیں تبرک کے لئے حضرت امام شافعیؒ، اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول ذکر کئے ہیں

اور اس پر کمال یہ ہے کہ ہر ہر عقیدے کے لئے دس دس آیتیں، اور دس دس حدیثیں لائے

ہیں، اس سے کم بیش بھی ہے، لیکن التزام اسی کا کیا ہے، دوسرے حضرات ایک دو آیت لاتے ہیں، یا ایک دو حدیثیں لاتے ہیں، لیکن ہر ہر عقیدے کے لئے دس دس آیتیں، اور دس دس حدیثیں یہ پہلی مرتبہ دیکھا، اور حیرانگی کے عالم میں دیکھتا ہی رہا

حضرت آیت یا حدیث کے صراحت سے ہی استدلال کرتے ہیں، اقتضاء النص، یا دلالت النص سے استدلال نہیں کرتے، حضرت فرماتے ہیں کہ، ہمارے یہاں مشہور ہے کہ، عقیدہ کے لئے نص قطعی ہو، اور نص قطعی کا مطلب یہ ہے کہ آیت یا حدیث کی صراحت سے یہ عقیدہ ثابت ہو، مبہم جملے سے، یا عقلی دلیل سے عقیدہ ثابت نہیں کیا جا سکتا،

اور اگر کوئی آیت مبہم ہو تو صرف تفسیر ابن عباسؓ سے اس کا مفہوم متعین کرتے ہیں، کسی اور تفسیر کو نہیں لیتے، وہ فرماتے ہیں کہ یہ تفسیر ایک تو ایک بڑے صحابی کی طرف منسوب ہے، اور ان کی تفسیر بہت اہم ہوتی ہے، ثمرۃ العقائد میں حضرت کا اتنا التزام واقعی ایک زمانہ ساز کارنامہ ہے

پھر ثمرۃ العقائد میں دو چار عقیدے نہیں ہیں بلکہ تقریبا ۳۵۰ عقیدے ہیں، اور انہیں عقیدوں کو جگہ دی ہیں جن کی ایک طالب علم کو سخت ضرورت پڑتی ہے

اس کتاب میں نرم و نازک انداز میں دوسرے مسالک پر رد بھی ہے، لیکن حضرت نے اس حسن اسلوبی سے مثبت انداز میں تحریر کی ہے کہ کہیں محسوس نہیں ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ، اور ان کے دلائل دوسرے مسلک پر رد ہے، لیکن بہت غور کرنے سے اس کا انکشاف ہوتا ہے

اس کتاب کا مثبت انداز ایسا بھایا کہ دوسرے مسلک کے لوگ بھی اس کو خریدتے ہیں، اور خوب خریدتے ہیں، ایک قادری پیر صاحب نے تو یہاں تک پیش کش کی کہ میں اس کتاب

کو اپنے مکتبے سے چھپا تا ہوں، اس کتاب کی یہ مقبولیت واقعی ایک سحر انگیز ہے
دار العلوم دیو بند کے مہتمم اور نائب مہتمم کو اتنا پسند آیا کہ انہوں نے اس پر تقریظ لکھی، اور ایک استاد نے فرمایا کہ اب کوئی آدمی یہ پوچھے کہ دیو بندیوں کا عقیدہ کیا کیا ہے، اور ان کے دلائل کیا ہیں تو یہ کتاب ہاتھ میں دیکر یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ ہم لوگوں کا عقیدہ ہے، اور ان عقائد کے لئے اسی کتاب کے اندر ہی بھر پور دلائل ہیں، بس اس کو دیکھ لیں۔ گویا کہ یہ کتاب عقیدوں کے لئے ایک ٹیکسٹ بک ہے
اس جیسی کتاب کی حنفی حضرات کو بہت سخت ضرورت تھی، اور ایک زمانے سے اس کی تلاش تھی جس کو حضرت نے اللہ کی توفیق سے پوری کی ہے۔ اس پر حنفیوں کی جانب سے حضرت کو جتنی مبارک بادی دی جائے کم ہے

رویت ہلال کے لئے جان کی بازی لگادی

حضرت کی زندگی میں رویت ہلال کا موضوع ایک اہم موضوع ہے، اور اس کا زاویہ طویل تر ہے۔ حضرت جب برطانیہ تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ آپس میں الجھ رہے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ مراکش کی رویت صحیح ہے، اور کوئی کہتا ہے کہ سعودی کی اتباع صحیح ہے، حضرت نے چونکہ دار العلوم دیو بند میں اس فن کو پڑھا تھا اس لئے اس کی تھوڑی سی سدھ بدھ تھی، اسی درمیان سعودی عربیہ کا مشہور بتیس سالہ ام القری کیلنڈر حضرت کے ہاتھ لگا تو اس کا فارمولہ دیکھ کر سر پکڑ لیا، اس کیلنڈر کے پہلے صفحے پر لکھا تھا کہ اس بتیس سالہ کیلنڈر کو گرین

وتیج نیومون پر بنایا جارہا ہے، اور یہ دیکھا کہ اسی پر عمل کررہے ہیں، گرین وتیج نیومون ٹائم اصل رویت سے ڈیڑھ دن پہلے ہوتا ہے، اس پر ہرگز چاند نظر نہیں آسکتا، اس کے ڈیڑھ دن (۳۱ گھنٹے) گزرنے کے بعد ہی دنیا کو چاند نظر آئے گا۔ یہ طے ہے۔

حضرت نے اس کے لئے عرب کے بڑے بڑے اداروں کو خط لکھنا شروع کیا، اور ۱۹۹۲ء سے مسلسل ۱۹۹۸ء تک خط لکھتے رہے، ان اداروں میں سے یہ تھے ۱۔ وزارۃ الاوقاف و الحج، ۲۔ رابطہ عالم اسلامی ۔ ۳۔ مفتی عبد العزیز بن باز ۔ ۴۔ کیلنڈر والا ادارہ، مدینۃ الملک عبد العزیز للعلوم والتقنیۃ ۔ خط کا حاصل یہ تھا کہ یہ کیلنڈر رویت سے ڈیڑھ دن مقدم ہے، اس پر چاند نظر نہیں آسکتا ہے، اس لئے اس کیلنڈر کو تبدیل کرکے رویت پر کیلنڈر بنایا جائے تاکہ اس پر عبادات صحیح ہوں۔

اس کے جواب میں حضرت کے نام پر سات خط آئے ہیں، تین خط حضرت مفتی عبد العزیز بن بازؒ کے ہیں، تین خط رابطہ عالم اسلامی کے ہیں، اور ایک خط اس مدیر کا جس نے بتیس سالہ ام القری کیلنڈر بنایا ہے

ام القری کیلنڈر کے مدیر کو دوبارہ خط لکھا کہ اس کو تبدیل کریں آپ نے رویت سے ڈیڑھ دن مقدم کیلنڈر بنا دیا ہے، لیکن پھر دوبارہ کوئی جواب نہیں آیا، لیکن شاید ان کو احساس ہوا جس کی بنا پر ۱۶ ۔ اپریل ۱۹۹۹ء میں اس کیلنڈر کو منسوخ کر دیا، اور نیا کیلنڈر بنایا جو ایک منٹ کے چاند پر ہے اس کی عبارت یہ ہے (the moon sets after the sun) ترجمہ چاند سورج کے بعد ڈوبا ہو تو اگلی تاریخ لکھی جائے گی، یعنی چاند سورج کے ایک منٹ بعد ڈوبا ہو تو اگلی تاریخ لکھی جائے گی، یہ عبارت ام القری کیلنڈر

کے ویب سائٹ پر آج بھی ہے

اس کیلنڈر پر بھی چاند نظر نہیں آئے گا کیونکہ چاند ۱۰ ڈگری اونچا ہو تب ہی نظر آتا ہے، البتہ یہ کیلنڈر ڈیڑھ دن مقدم نہیں ہے، بلکہ رویت سے ایک دن مقدم۔ یہ بھی مولانا کی بہت بڑی کامیابی ہے، کہ اتنے بڑے ادارے نے مولانا کے خط لکھنے پر ۹ گھنٹے کم کر دئے،

بعد میں اور حضرات نے بھی خط لکھے ہوں گے لیکن حضرت مولانا اس میں سر خیل ہیں

حضرت مولانا اکیلے ۱۹۹۴ء میں، حضرت مفتی عبد العزیز بن بازؒ کے گھر پر عزیز یہ بھی چاند سمجھانے گئے تھے، حضرت مفتی عبد العزیز بن بازؒ کا موقف یہ تھا کہ افق پر ایک منٹ کا چاند ہے، اور اس پر گواہی آجاتی ہے تو اس پر کر لینا چاہئے۔ حضرت مفتی بن باز صاحب چونکہ نابینا تھے، ان کو کسی نے سمجھایا نہیں کہ ایک منٹ کا چاند نظر نہیں آتا ہے، چاند دس ڈگری اونچا ہو تب نظر آتا ہے ، اور یہ گواہیاں جھوٹی ہیں، اس لئے وہ اسی بات پر مصر رہے

حضرت مولانا کے اس ذوق جنوں پر تو آج بھی مجھے حیرت ہوتی ہے کہ حضرت پوری بے سروسامانی کے عالم میں بالکل تن تنہا بغیر وقت لئے عشاء کی نماز کے بعد کیسے گلوب لیکر مفتی بن باز کے دروازے پر پہنچ گئے، اور ان کو کتنا شوق ہوگا، اور کتنا اپنے فن پر عبور ہوگا کہ اتنے بڑے الجھے ہوئے مسئلے میں جس میں اچھے اچھے لوگ زبان نہیں کھولتے ہیں حضرت بے خوف و خطر گھر پہنچے اور پوری توانائی کے ساتھ اپنی توانائی صرف کر دی

ع

شکست و فتح میاں اتفاق ہے لیکن مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا

البتہ بار بار کے خط و کتابت سے ایک چھپا ہوا خزانہ ہاتھ لگ گیا جو عام علماء کے پاس نہیں

ہے،صرف شاہی دفتر ہی میں یہ چھپا ہوا ہوگا۔ وہ یہ ہے کہ حضرت مفتی عبد العزیزؒ کی صدارت میں وزارۃ الاوقاف والحج نے ۲۴، ستمبر ۱۹۸۵ء میں چھٹی میٹنگ کراوئی تھی ،اور اس میٹنگ میں ۱۵ ملکوں کے صرف وزیر شریک ہوئے تھے ، غالبا علماء میں سے کوئی نہیں تھے، کیونکہ اس کاغذ پر کسی عالم کا دستخط نہیں ہے۔اس اہم میٹنگ میں دو فیصلے کئے ،

ا۔۔ایک فیصلہ یہ ہے کہ افق پر ایک ڈگری کے چاند کو تسلیم کیا جائے گا،اور اسی فارمولے پر کیلنڈر بنایا جائے گا ۔

۲۔۔اور دوسرا فیصلہ یہ کیا ہے کہ پوری دنیا کا ایک چاند ہوگا،اور ایک ہی تاریخ ہوگی کاروائی کی عبارت یہ ہے(بیان الدورۃ السادسۃ للجنۃ التقویم الھجری الموحد) ترجمہ: پوری دنیا کے لئے ایک کیلنڈر بنانے کے لئے یہ چھٹی میٹنگ ہے اور حیرانگی یہ ہے کہ کسی کو پتہ نہیں چلا کہ یہ دونوں فارمولے سراسر غلط ہیں

۔ایک ڈگری کا چاند اس لئے غلط ہے کہ ۱۰ ڈگری چاند اونچا ہو تب ہی نظر آتا ہے،اس سے پہلے نہیں،اس لئے ایک ڈگری کے چاند کا مطلب یہ ہے کہ بغیر چاند دیکھے ہمیشہ اعلان ہوگا ،اور عبادات بے وقت ہوں گی۔۔

اور دوسرا فارمولہ کہ،توحید اہلہ ہو،اس لئے غلط ہے کہ اگر امریکہ میں چاند نظر آیا،تو وہ لوگ مغرب کے بعد ہی چاند دیکھیں گے،اور اس وقت سعودی میں صبح کا دو بج چکا ہوگا تو وہ لوگ رمضان میں کیسے تراویح پڑھیں گے ، اور عید کے موقع پر کیسے تراویح نہ پڑھنے کا اعلان کریں گے ، اس لئے یہ فارمولہ سراسر غلط ہے

اتنے غلط فیصلے پر پتہ نہیں کیوں کسی کی نظر نہیں گئی ،میٹنگ میں پندرہ ملکوں کے بڑے بڑے

شناور بیٹھے تھے، لیکن کسی کے سمجھ میں نہیں آیا کہ ایک منٹ کا چاند سوج کے بالکل ساتھ ساتھ ہوتا ہے، وہ کیسے کسی کو نظر آ سکتا ہے

اور یہ بات نہیں ہے کہ صرف میٹنگ ہوئی اور ختم ہو گیا، بلکہ یہ فارمولہ آج تک ام القری کے ویب سائٹ پر موجود ہے، اسی فارمولے پر پورے عرب کا کیلنڈر بنتا ہے، اور آج ۵۳ سال سے اسی پر اعلان ہوتا رہا ہے

مجھے تعجب یہ ہے کہ پورے عالم اسلام میں سے کسی نے اس پر احتجاجی خط نہیں لکھا، اس پر نکیر نہیں کی، اور نہ ان کو سمجھایا کہ یہ فارمولہ غلط ہے اس پر چاند ہرگز نہیں آ سکتا ہے، اس موقع پر صرف دار العلوم، دیوبند کے ایک سپوت حضرت مولانا ثمیر الدین قاسمی سامنے آئے جو نہ صرف یہ کہ خطوط لکھتے رہے بلکہ حضرت مفتی عبد العزیز بن بازؒ کے گھر پر دھرنا دیا، زمانے تک اپنی بات سمجھانے کی جان توڑ کوشش کی، اور پوری امت کی جانب سے فرض کفایہ ادا کر دیا۔ ع

مت سہل انہیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

مجھ ناچیز کو قطعا یقین نہیں آ رہا تھا کہ اتنے بڑے ادارے، اور اتنے بڑے بڑے آدمیوں نے اس بوریا نشین کو خط لکھا ہوگا، لیکن جب لیٹر پیڈ پر لکھے ہوئے تمام خطوط دکھلائے، اور یہ بھی دکھایا کہ یہ تمام خطوط مولانا ثمیر الدین کے نام پر ہیں، تو میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، کہ اس قلاش نے ایک چھوٹے سے کمرے میں اکیلے بیٹھ کر بڑے بڑے سربرہوں کی اصلاح کی کتنی کوشش کی ہے! ع

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ ان کو ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

حضرت نے رویت ہلال میں کئی نئے اصول ایجاد کئے

ہمارے مدرسوں میں یہ فن فلکیات نہیں پڑھایا جاتا ہے، اس کے باوجود حضرت نے اس فن میں اتنی مہارت کیسے پیدا کرلی کہ ایک دنیا کے استاد بن گئے مجھے اس پر حیرانگی ہے

، حضرت مولانا نے پچیس سال تک تجربات کر کے نئے نئے اصول بنائے ہیں جو پچھلی کتابوں میں نہیں ملتی ہیں، بلکہ گرین وچ جیسے مشہور ویب سائٹ کی بھی اصلاح کی ہے، جو قابل فخر بات ہے، مثلا گرین وچ کے ویب سائٹ پر ہے کہ ۷ ڈگری کا چاند دوربین سے نظر آتا ہے، اور ۹ ڈگری کا چاند آنکھوں سے نظر آتا ہے، لیکن مولانا فرماتے ہیں کہ یہ جو لکھا ہوا ہے کہ سات ڈگری کا چاند دوربین سے نظر آتا ہے یہ سٹر لائٹ کی دوربین ہے، ہماری دوربین نہیں ہے، میرا تجربہ ہے کہ ہماری دوربین سے یہ چاند نظر نہیں آتا، اور یہ جو لکھا ہوا کہ ۹ ڈگری کا چاند ہو تو آنکھوں سے نظر آتا ہے، یہ بھی صحیح نہیں ہے، ۹ ڈگری پر ہماری دوربین سے نظر آتا ہے، لیکن اس پر آنکھوں سے نظر نہیں آتا، بلکہ ۱۰ ڈگری پر آنکھوں سے نظر آتا ہے۔ حضرت کا یہ قاعدہ کلیہ اتنا اہم ہے کہ اس سے پہلے کسی مصنف نے بھی یہ دس ڈگری والا فارمولہ پیش نہیں کیا۔ اور میں دس سال سے تجربہ کر رہا ہوں کہ حضرت کا ایجاد کردہ فارمولہ بالکل صحیح ہے

اس نئے اصول کی روشنی میں میں بجا طور پر کہہ سکتا ہے کہ، حضرت کا علم اس فن میں بھی بہت گہرا، اور پختہ ہے، جو ہمارے مدرسوں میں مفقود ہے

ثمیری کیلنڈر علوم سے بھرا پیمانہ

عام طور پر کیلنڈر میں یہ ہوتا ہے کہ اردو تاریخ اور انگریزی تاریخ لکھ دیتے ہیں، لیکن چاند حتمی طور پر نظر آئے گا یا نہیں، یہ کسی کیلنڈر میں نہیں ہوتا، پہلی مرتبہ حضرت کے کیلنڈر کو دیکھا تو حیران ہو گیا، اس میں لکھا ہوا تھا کہ فلاں تاریخ کی شام کو حتمی طور چاند نظر آئے گا۔ پھر اس میں نو خانوں میں نو چیزیں لکھی ہوئی تھیں۔

ا۔۔ چاند کتنی ڈگری اونچا ہوگا۔

۲۔۔۔ چاند افق پر کتنا منٹ رکے گا۔

۳۔۔۔ چاند دوربین سے نظر آئے گا یا انکھوں سے،

۴۔۔۔ چاند کتنا موٹا ہوگا

۵۔۔۔۔ چاند آفتاب سے دائیں ہوگا، یا بائیں، اور اس کا زاویہ کیا ہوگا

۶۔۔۔ اور نیومون کا ٹائم کیا ہوگا،

۷۔۔۔ یہ تو نو خانوں میں لکھا ہوا تھا، پھر نیچے دنیا کے دو نقشے تھے اس میں رنگ کے ذریعہ یہ نو باتیں سمجھائی تھیں

میں نے حضرت سے پوچھا کہ یہ لکھی ہوئی چیزیں امکانی ہیں یا حتمی ہیں، فرمانے لگے، یہ ساری باتیں بالکل حتمی ہیں، ان کو میں نے گرین وچ سے لیا ہے، اور اس پر دس سال تک تجربہ کرنے کے بعد انہیں لکھا ہے، اس میں ایک منٹ کا بھی فرق نہیں ہوتا ہے، جیسے طلوع آفتاب، اور غروب آفتاب میں ایک منٹ کا بھی فرق نہیں ہوتا ہے۔۔ پھر کہنے لگے کہ میں

اس لئے بناتا ہوں تا کہ لوگ پہلے سے اپنی چھٹی بک کرالے، سفر کا ٹکٹ لے لئے، اور کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اور یہ کیلنڈر اتنا مقبول، اور با وثوق ہے کہ پوری دنیا کے لوگ اسی پر اپنی چھٹی بک کرواتے ہیں

اس طرح کا انوکھا کیلنڈر، اور اس کے ہر ہر رنگ میں چاند کا عجیب عجیب علم بھرا ہوا ہو۔ میں نے اپنی زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا، اور ان کی رنگوں اور خاکو کو سمجھنے کے بعد میرے ہوش گم ہو گئے،، یہ واقعی کوزے میں سمندر ہے

حضرت رویت ہلال میں چار ملکوں کے سر پرست ہیں

ابھی حضرت والا چار ملکوں کا کیلنڈر بناتے ہیں۔ برطانیہ، ہندوستان، پاکستان، اور امریکہ کے لئے، اور ہر ملک کے رویت ہلال کی کمیٹی اسی کیلنڈر کی اتباع کر کے گواہی لیتی ہےں، یا اپنا اعلان کرتی ہے، اور اس فن میں اپنا امام مانتی ہے۔ ایک دیہات سے اٹھا ہوا دیہاتی کتنی بلندی پر پرواز کر رہا ہے، اور کتنی سبک رفتاری سے ایک فن سے دوسرے فن کو عبور کرتا جا رہا ہے

ع تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا

ثمرۃ الفلکیات

یہ کتاب بھی انوکھے انداز کی ہے، اب تک اس فن میں جو کتابیں سامنے آئیں ہیں ان میں یا تو پرانی تحقیقات ہیں، یا پھر پرانے انداز میں لکھی گئیں ہیں، جس کا سمجھنا بہت مشکل ہے، لیکن حضرت نے آج کی نئی تحقیق انٹرنیٹ، اور نئی کتابوں سے لیکر لکھی ہے، اس کے لکھنے انداز بھی بہت آسان ہے، جس سے کوئی طالب علم بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے، اصل میں یہ کتاب لکھی ہی گئی ہے طالب علم کے پڑھنے کے لئے، اوراس کو خود سے سمجھنے کے لئے اس کتاب میں سمجھانے کے لئے جگہ جگہ فوٹو دئے گئے ہیں، اس میں زمین، چاند، سورج، سورج کے ساتھ گھومنے والے نو سیارے کے احوال بہت تفصیل سے ذکر کئے ہیں، کہکشاں کے احوال، کائنات کی پیدائش کتنے سال پہلے ہوئی، اہل سائنس کا اس بارے میں کیا نظریہ ہے، حضرت نے اس کتاب میں ان تمام باتوں کا تذکرہ کیا ہے

، اس میں صبح صادق اور صبح کاذب کا بھی ذکر ہے، اوراس معرکۃ الاراء بحث پر بھی اچھی بحث کی ہے۔

، حضور ﷺ نے کس تاریخ کو سورج گرہن کی نماز پڑھائی تھی، اور وہ کس منٹ پر شروع کی تھی، اور کس منٹ پر ختم کی تھی، ناسا سے اس کا ڈیٹا لیکر اس کو بھی سیٹ کیا ہے، اور واقعی کمال کر دیا ہے، اس مسئلے میں آج تک بحثیں چل رہی تھیں کہ کس تاریخ کو یہ سورج گرہن ہوا تھا، اور کوئی حل نہیں نکل رہا تھا، حضرت نے پورے نقشے کے ساتھ اس کو لکھا اور تقریبا حتمی طور پر یہ ثابت کیا ہے کہ گرہن ۲۷ جنوری ۶۳۲ء، مطابق ۲۸ شوال ۱۰ھ

بروز پیر کو ہوا تھا، اور حضور ﷺ نے ۸بجکر ۲۹ منٹ پر نماز شروع کی ہوگی، اور ۹ بجکر ۵۴ منٹ پر نماز ختم کی ہوگی

حضرت کی اتنی باریک اور لمبی تحقیق کر کے کتاب لکھنا واقعی مہارت فن کی دلیل ہے، جو آج کل مدرسوں میں مفقود ہے

سائنس اور قرآن

اس وقت عام طریقہ یہ ہے کہ انگریز طبقہ کو، اور اس طبقہ کو جو اللہ کو نہیں مانتے ہیں اس کو سائنسی تحقیق سے خدا کی ذات سمجھاتے ہیں، لوگ یہ سمجھاتے ہیں کہ یہ تحقیق آج ہوئی ہے، لیکن قرآن میں چودہ سو سال پہلے سے موجود ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ اللہ کی کتاب ہے، اس کام کے لئے بہت سی کتابیں وجود میں آئی ہیں، لیکن حضرت کی کتاب اس میدان میں بہت نمایاں ہے، کتاب کی تحقیق دیکھنے کے بعد آدمی کو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ واقعہ قرآن کریم اللہ کی کتاب ہے

حضرت اس کتاب میں پہلے آیت لائے ہیں، پھر اس وقت جو سائنسی تحقیق ہوئی ہے اس کی تفصیل دی ہے، پھر پوری طرح سمجھانے کے بعد اس چیز کا فوٹو بھی ساتھ لائے ہیں، اس کتاب میں ۹۵ تحقیقات ہیں، اس کتاب سے یہ بات ثابت کی ہے کہ آج جو تحقیق ہوئی ہے وہ چودہ سو سال پہلے سے قرآن کریم میں موجود ہے، یعنی اللہ تعالی جانتے تھے کہ یہ بات ایسی ہے، لیکن لوگوں کو اس کا علم نہیں تھا اس لئے وہ اس کے خلاف سوچتے اور بولتے تھے، لیکن اب جب تحقیق ہوگئی ہے کہ یہ بات ایسی ہے تو یہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ قرآن کریم واقعی اللہ کی کتاب ہے، ورنہ ایسی دقیق تحقیق پہلے سے کیسے اس کتاب میں ہو سکتی ہے

حضرت کالج کے طالب علم نہیں ہیں، پھر بھی اتنی اہم کتاب تصنیف کر لینا، ان کی علمی بلندی کی جیتی جاگتی تصویر ہے، اور یہ بھی حضرت نے اس فن میں بھی کتنی مہارت پیدا کی ہوگی کہ ایک شاہ کار کتاب تیار کر دی

ثمرۃ المیراث

وراثت تقسیم کرنے اوراس کے حصے کو جاننے کے لئے جو پرانی کتابیں ہیں وہ بہت پیچیدہ ہیں، ان کی عبارت بھی پیچیدہ ہے، اوران میں جوحساب سیٹ کیا گیا ہے، وہ بڑے والا ہے رد، اورعول کے حساب کرنے میں بہت دشواری ہوتی ہے، اورمناسخہ بنانے میں تو جان ہی نکل جاتی ہے۔ اوراس کے بعدروپیوں کوتقسیم کرنا ہوتواور بھی مشکل ہے

حضرت مولانا نے اس طرف توجہ دی، ان کی حساب دانی کافی مضبوط ہے، انہوں نے پوری کتاب کا حساب کلکیولیٹر پرسیٹ کردیا، اورفیصد کے طریقے پرحساب بنانا سیکھایا،

جن حضرات کو بار بار حصہ ملتا ہے وہ چودہ آدمی ہیں ان کی ایک فہرست بنائی اور یہ سمجھایا کہ اکثر انہیں لوگوں کو وراثت ملتی ہے، ان کو یاد کرنا نہایت ہی آسان ہے، اوران پر تقسیم کرنا بھی آسان ہے

پھران کو فیصد سے تقسیم کرنے کا طریقہ بتایا، اوراتنا آسان کردیا کہ، رد کا حساب آٹھ منٹ میں ہوجاتا ہے، عول کا حساب بھی آٹھ منٹ میں ہوجاتا ہے، اورمناسخہ بنانے میں زیادہ سے زیادہ بارہ منٹ لگتے ہیں، اوراس مدت میں ہر حصے دار پر روپیہ بھی تقسیم ہوجاتا ہے۔

میں نے جب اس کتاب کو دیکھا اوراس کی ترتیب کو دیکھا تو عجیب کیفیت محسوس ہوئی، ۔ مجھے سراجی سمجھنے میں بہت دشواری ہوتی تھی، اور وراثت تو تقسیم ہی نہیں کر پاتا تھا، لیکن حضرت کی کتاب کو سمجھنے کے بعد وراثت تقسیم کرنا بہت آسان ہوگیا، اورحصوں کو یاد کرنا بھی آسان ہوگیا۔۔ یہ کتاب اتنا آسان ہے کہ انگریزی پڑھا لکھا آدمی بھی تھوڑی سی توجہ دے تو

وراثت کا علم سیکھ سکتا ہے، اورآسانی سے روپیہ تقسیم بھی کرسکتا ہے، اس وقت بہت سے لوگ اسی ترکیب سے وراثت تقسیم کرنے لگے ہیں، اوراسی ترکیب کو اپنانے کی کوشش کرتے ہیں۔۔ یہ ہے میرے باکمال حضرت کا کمال۔ کہ مشکل ترین فن کو چٹکیوں میں حل کردیا۔

اسباب فسخ نکاح

امارت شرعیہ پھلواری شریف ، پٹنہ بہار کے قاضی حضرت مولانا مجاہد الاسلام صاحبؒ نے مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے ایک کتاب ,مجموعہ قوانین اسلامی ،شائع شدہ مئی ۲۰۰۱ء ،مرتب کروایا جسکی ترتیب دینے میں دارالعلوم دیوبند سے حضرت مفتی ظفیر الدین صاحب ،دارالعلوم دیوبند وقف سے مولانا مفتی احمد سعید صاحب ، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے مفتی برہان الدین صاحب ، جامعہ رحمانی مونگیر سے مفتی نعمت اللہ صاحب ، اور امارت شرعیہ پھلواری شریف سے حضرت مولانا مجاہد الاسلام صاحب ،شریک ہوئے ، اور مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی نے اس کی سرپرستی فرمائی ،اس کتاب میں فسخ کے اسباب ۱۷ ہیں جنکے ہونے پر قاضی مناسب سمجھے تو میاں بیوی میں تفریق کروادے ،اور چھٹکارے کا پروانہ دے دے

اس کتاب فسخ اور تفریق کے مسائل تو ہیں ،لیکن ان مسئلوں پر حدیث سیٹ نہیں ہے، حضرت مولانا نے ان کے تمام مسئلوں پر حدیث سیٹ کی ، اور ان کو دلائل کے ذریعہ سے مبرہن کیا ،اس کی زبان کی بھی تسہیل کی ،اور عوام وخواص کے لئے قابل استفادہ بنایا، اس وقت بہت سے امارت شرعیہ میں اسی کتاب کو سامنے رکھ کر فسخ نکاح کے امور کو انجام دیتے ہیں

حضرت مولانا کی علمی استعداد کی داد دینی پڑے گی کہ اتنے بڑے بڑے جید علماء کی کتاب پر حدیث کا کام کیا ،اور اس پر چار چاند لگا دیا۔

ثمرۃ الاوزان

مفتیان کرام کو اس بارے میں کافی پریشانی ہوتی تھی کہ، حضور ﷺ کے زمانے میں، رطل، کتنے گرام کا تھا، صاع، کتنے گرام کا تھا، فرسخ، کتنے کلومیٹر کا تھا، شرعی میل، کتنے کلومیٹر کا تھا، درہم کا وزن کتنا گرام تھا، دینار کا وزن کتنا گرام تھا، زراع، کتنے سینٹی میٹر کا تھا، ان سبھوں کے جوابات تلاش کرنے کے لئے کافی وقت لگ جاتا تھا

حضرت نے اپنی کتاب، ثمرۃ الاوزان میں تین کام کئے

ا۔۔حضور ﷺ کے زمانے میں ان چیزوں کا وزن کتنا تھا

۲۔۔۔پھر ہندوستان، پاکستان میں پہلے سیر چلتا تھا، تو ایک صاع کتنا سیر، یا کتنا پاو ہوتا ہے، حضرت نے یہ بھی بیان کیا

۳۔۔۔پھر اس زمانے میں کلو، اور گرام آ گیا، تو اب کلو اور گرام میں اس کا وزن کتنا ہے

حضرت نے یہ تینوں وزنوں کو خاکے کی شکل میں بیان کر دی ہے، تا کہ ایک ہی نظر میں تینوں کا وزن ایک ساتھ معلوم ہو جائے۔ پھر ہر ہر وزن کے لئے جو احادیث ہیں ان کو بھی حوالہ کے ساتھ ذکر کر دیا ہے، تا کہ یہ معلوم کرنا ہو کہ اس وزن کے لئے حدیث کیا تو وہیں اس کو حدیث کا حوالہ بھی مل جائے گا

اس انداز کی سہل کتاب ابھی تک نہیں آئی تھی، حضرت نے اس کو بہت سہل انداز میں بیان کیا ہے، اب ہر مفتی وزن معلوم کرنے کے لئے اسی کتاب کو اپنے مطالعے میں رکھتے ہیں

تحفۃ الطلباء شرح سفینۃ البلغاء

حضرت کوفن بلاغت میں بھی پوری مہارت ہے چنانچہ سفینۃ البلغاء بلاغت کی مشہور کتاب ہے اور بہت آسان انداز میں لکھی گئی ہے ، اور کئی مدرسوں میں داخل نصاب ہے ، حضرت مولانا نے اس کی شرح لکھی ہیں ، اور بہت آسان انداز میں کتاب کو سمجھایا ہے ، آخیر میں پوری کتاب کا خلاصہ ذکر کیا ہے ، حضرت مولانا جب اس کتاب کو پڑھاتے تھے تو پوری کتاب زبانی پڑھاتے تھے ، مولانا کو یہ کتاب اتنی یاد تھی ، اور کتاب کا خلاصہ طلبہ کو زبانی یاد کرواتے تھے ، اس سے طلبہ کو پوری بلاغت یاد ہو جاتی تھی ، حالانکہ بلاغت کا فن مشکل سمجھا جاتا ہے ، لیکن حضرت مولانا اس کو آسان کر کے پڑھاتے تھے کہ پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ یہ فن اتنا مشکل ہے

اسی سفینۃ البغاء پر حضرت مولانا کا عربی میں حاشیہ بھی ہے ، اور یہ بھی کافی مفید ہے

ثمرۃ التعلیل

حضرت مولانا نے یہ کتاب صرف کی مشہور علم الصیغہ کو سامنے رکھ کر مرتب کی ہے، خلاصہ التعلیل میں حضرت نے تعلیل کیوں ہوتی ہے، اور کب کب ہوتی ہے، عرب کی گفتگو میں کہاں ،ی، حذف کرتے ہیں، کہاں ،و، حذف کرتے ہیں، اور کہاں ،الف، حذف کرتے ہیں، کہاں الف کو ،ی، سے بدل دیتے ہیں، کہاں ،واو، سے بدل دیتے ہیں، ان تمام چیزوں کا قاعدہ کلیہ بیان کیا ہے، اس کتاب کو سمجھ کر پڑھ لے تو علم الصیغہ کو رٹنے کی ضرورت نہیں ہے، اور آسانی سے تعلیل کا قاعدہ یاد ہو جاتا ہے

حضرت کو صرف میں بھی اتنی مہارت ہے کہ اس پر ایک رسالہ ہی لکھ دیا

انوار فارسی

فارسی کے جو قواعد ہیں، مصدر سے، امر، نہی، بننے کے اس کو بیان کیا ہے، اور عجیب عجیب قاعدہ بیان کیا ہے، ان قاعدوں کو یاد کر لے تو مصدر سے امر بنانا، نہی، بنانا آسان ہو جاتا ہے، حضرت نے ان تمام قاعدوں کو اس میں ذکر کر دیا، یہ قواعد کسی کتاب میں نہیں ہیں، بلکہ اپنے تجربات کے بعد یہ سب قواعد نکالے ہیں، اور کتاب میں درج کئے ہیں

حضرت کا عجیب ذوق ہے کہ ہر فن میں نیا نیا راستہ نکالتے ہیں، اور طلبہ کی آسانی کے لئے مختصر راستے کو تلاش کرتے ہیں

یاد وطن

حضرت مولانا چاہتے تھے کہ اپنی قوم، اور اپنے علاقہ کی لمبی، اور بسیط تاریخ لکھیں، لیکن ۱۹۹۳ء میں حضرت مولانا انگلینڈ تشریف لا چکے تھے جب یہ داعیہ پیدا ہوا، اب اتنے دور رہ کر مولانا کے حالات واقعات کا جائزہ لینا، اور پرکھ کر لکھنا آسان نہیں تھا، اس لئے پہلے سے جو مسودہ حضرت کے پاس موجود تھا، یا جو کچھ یاد تھا اسی کو بنیاد بنا کر یاد وطن کی تصنیف کی ہے، اس کتاب میں قوم شیخ کی تاریخ کا تھوڑا سا حصہ قلم بند کیا ہے، اور زیادہ تر علاقے کے مشاہیر کی زندگی پر تھوڑی تھوڑی روشنی ڈالی ہے، یہ کتاب مختصر ہے لیکن علاقے کے مشاہیر سے متعارف ہونے کے لئے بہت مفید ہے، اس سے پہلے علاقے کے حالات پر کوئی کتاب نہیں تھی، اس لئے اس کتاب کو حرف اولین کا درجہ حاصل ہے، چونکہ حضرت علاقے سے بہت دور رہتے تھے اس لئے کچھ باتیں خلاف واقعہ بھی آ گئی ہیں، لیکن مجموعی طور پر بہت اچھی ہے، کتاب کو ادبی انداز میں لکھی ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت کی ادبی ذوق بھی دوبالا ہے،

چونکہ حضرت وطن سے بہت دور ہو چکے تھے، اور اب واپس وطن میں قیام کرنے کا راستہ باقی نہیں رہا تھا اس لئے وطن سے بے پناہ محبت کا اظہار کرتے ہوئے ایک جگہ لکھا ہے

دامن تمہارا ہاتھ سے جاتا رہا مگر　　　اک رشتہ خیال ہے جو ٹوٹتا نہیں

لوگ وطن دور ہوتے ہیں اور اسائش میں زندگی بسر کرنے لتے ہیں تو وطن اور اہل وطن کو بھول جاتے ہیں، یا بھلا دیتے ہیں، لیکن ۳۵ سال کے گزرنے کے بعد بھی اہل وطن یاد

ہیں،اوران کے لئے ہر وہ کام کرگزرنے کی تمنا رکھتے ہیں جوان سے ہوسکتا ہے

طلبہ کی خدمت کا اتھاہ جذبہ

حضرت مولانا ثمیر الدین کے سینے میں دھڑکتا ہوا دل ہے،اور نرم مزاج اور خدمت خلق کے خوگر ہیں،اور طلبہ کی خدمت کو اپنا نصب العین سمجھتے ہیں،اسی لئے طلبہ ہی کی خدمت کے لئے اوپر کی تمام کتابیں تصنیف کی ہیں،اوران کو ایک اچھا مدرس،اور صاحب علم بنانے کے خواہاں رہے ہیں۔ چنانچہ جب وہ دار العلوم دیوبند میں پڑھتے تھے اس وقت بھی علاقے کے غریب بچوں کو ساتھ لیجاتے اور مدرسوں میں داخلہ کرواتے،جب تک گجرات میں مدرس رہے دسیوں لڑکوں کو ساتھ لیجاتے اور مدرسے میں داخلہ دلوا کر تعلیم کا انتظام کرواتے،اس وقت حضرت مولانا استاد حدیث تھے،ابوداود شریف،اور ترمذی شریف کا درس دیتے تھے،لیکن ان بچوں کے لئے ریل گاڑی پر چڑھنے کے لئے کبھی قلی نہیں کی، ہمیشہ اپنے کندھے پر ان بچوں کے صندوق اور سامان اٹھاتے اور ریل گاڑی پر چڑھاتے تھے،بارہا ایسا بھی ہوا کہ کم عمر بچوں کو اپنے کندھے پر اٹھا کر بھیڑ میں ریل گاڑی میں سوار کیا ،اور خود نیچے سامان پر سو کر سفر طے کی،اوراس پر کبھی کوئی معاوضہ نہیں لیا، بلکہ اس کو طلبہ کی خدمت کی سعادت سمجھتے تھے،حضرت کی وجہ سے علاقے کے کتنے نادار بچوں نے اعلی تعلیم حاصل کی،اور عالم دین بنکر قوم کی خدمت میں لگے

شاگردوں کے لئے کسر نفسی

حضرت شاگردوں کے لئے دل و جان سے فدا ہوتے ہیں آج بھی حضرت کی عادت یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے اعلی درجے کی چائے بناتے ہیں، اور تھوڑی تھوڑی کر کے اپنے ہاتھ سے کپ میں ڈالتے ہیں، اور شاگردوں کو پلاتے رہتے ہیں ۔اور محفل میں مزاحیہ انداز سے قصے، شگوفے بیان کرتے ہیں اور مجلس کو زعفران زار بنائے رکھتے ہیں ،بعض شاگرد کو اس کا چسکا پڑ گیا ہے وہ وقفے کے ساتھ حضرت کے دستر خوان پر آتے ہیں، اور اپنے دماغ کے بوجھ کو ہلکا کر کے واپس جاتے ہیں

ع

بہت لگتا ہے جی محفل میں ان کی وہ اپنی ذات سے ایک انجمن ہیں

حضرت کتنے کتابوں کے مصنف ہیں، کئی فنون کے شناور ہیں، شروحات کی دنیا میں کئی اصول کے موجد ہیں، فلکیات کی دنیا کے امام مانے جاتے ہیں، اس کے باوجود کسر نفسی، فروتنی، عاجزی اور انکساری کے یہ پیکر میں نے کم دیکھا ہے

حضرت کے رفاہی کام

حضرت جب انگلینڈ میں مقیم ہوئے تو یہاں سے بھی رفاہی کام شروع کیا، کئی مدرسوں کو بنایا ،ان میں تعلیم کا اچھا انتظام کیا، تیس سے اوپر علاقے میں مسجد بنوائی، دوسو سے اوپر ہینڈ پمپ لگوائے، غرباء مساکین کے لئے فنڈ قائم کئے، اور رفاہی کام کا ایک جال بچھا دیا،

اب حضرت بوڑھے ہو چکے ہیں، کئی بیماریاں لاحق ہو چکی ہیں، اس لئے ناگزیر حالات کی وجہ سے ان کاموں میں کافی کمی ہوگئی ہے، اب زیادہ تر تصنیفی کام میں مشغول رہتے ہیں،

اس وقت حضرت سادے سر پر سادی ٹوپی پہنتے ہیں، اور سادگی کے ساتھ سادہ زندگی گزارتے ہیں

حضرت نے ایک اکیڈمی کا کام انجام دیا

ایک عجیب بات یہ ہے کہ کتاب کی تحقیق، اس کی کمپوزنگ، اس کی سیٹنگ کے لئے کوئی دوسرا آدمی نہیں ہے، حضرت خود ہی احادیث کو تلاش کرتے ہیں، اس کو خود ہی کمپیوٹر پر لکھتے ہیں، خود ہی سیٹنگ کرتے ہیں، خود ہی پی ڈی ایف بناتے ہیں، خود ہی یوٹیوب پر، اور فیس بک پر لوڈ کرتے ہیں، اور سارا کام خود ہی کرتے ہیں

ایک مرتبہ حضرت کے مخلص پیر حضرت مولانا عبد الروف صاحب باٹلی، انگلینڈ، دامت برکاتہم حضرت کے دولت کدہ پر تشریف لائے اور کام دیکھ کر فرمایا کہ، مولانا ثمیر الدین! آپ نے ایک اکیڈمی کا کام کیا ہے، اتنے کتابوں کی تصنیف، اتنے فنون پر تحقیق، ان سب پر احادیث سیٹ کرنا، اور ان کے لئے حوالہ ڈھونڈنا، یہ اتنے بڑے بڑے کام ہیں، کہ اس کے لئے ایک اکیڈمی ہوتی ہے اس میں دس بیس علماء ہوتے ہیں، بڑا سا دفتر ہوتا ہے ، مالی فراہمی کا جال بچھا ہوا ہوتا ہے تب جا کر اتنے بڑے بڑے کام ہوتے ہیں اور اتنے متنوع کام ہوتے ہیں ، آپ نے تو اپنے بستر استراحت کے پاس ایک کمپیوٹر لگا لیا ہے، اور سارے کے سارے کام خود ہی کر لئے، اور بغیر کسی طمع ولالچ کے، اور بغیر کسی معاوضے کے تمام کتابیں وقف عام کر دئے، اور سچ بات یہ ہے کہ دار العلوم دیوبند کے بزرگوں کے نقش قدم پر چل کر ان کے کردار کو حیات جاوداں بخش دی

آج ہمیں فخر ہے کہ انگلینڈ کی سرد راتوں میں، یہاں کے حیا سوز اندھیوں میں ایک بزرگوں کا کفش بردار دین متین کا چراغ جلائے جا رہا ہے، اور جو کام برسوں میں نہیں ہوا تھا

،ان کوانجام دیکر پوری امت کوسرخرو کررہا ہے،فللہ الحمد

ع

این سعادت بہ زور بازو نیست تا نبخشد خدای بخشندہ

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ حضرت کو عافیت کے ساتھ تا دیر ہمارے سروں پر قائم رکھے، اور زیادہ سے زیادہ دین کی خدمت لے،اوراس کواپنی بارگاہ میں قبولیت سے نوازے

ع این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

آمین یارب العالمین

نوٹ: مجھے احساس ہے کہ حضرت کی تعریف میں کہیں کہیں مبالغہ آرائی ہوئی ہے، میں اس کے لئے پہلے سے معذرت خواہ ہوں

(مولانا) احقر ساجد غفرلہ

۱۹ / ۷ / ۲۰۲۰ء

بفرمائش،حضرت مولانا یاسین جہازی صاحب، جہازی میڈیا، دہلی